جناب ابو مدثرہ

قادیانیوں کی حالیہ سیاسی سازشیں

الحق کے قادیانی مسئلہ پر نہایت ایکسپرٹ تجزیہ نگار کے قلم سے، جو ہمیشہ نئے حالات کے تناظر میں قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں اور قادیان سے اسرائیل تک کے موضوع پر انکے حقائق نگار تحقیقات نے دنیا سے داد تحسین حاصل کی ہے۔ (ادارہ)

گذشتہ سال قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے عالمی سطح پر جو سیاسی سازشیں پروان چڑھانے میں مدد دی ان کی مختصر تفاصیل منظر عام پر آچکی ہیں ۔ ۱۹۸۴ء میں انٹی قادیانی آرڈیننس کے اجراء کے بعد مرزا طاہر احمد لندن فرار ہو گیا ۔ یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا کہ مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی کے سلسلے میں اسے گرفتار کیا جائے اور قادیانیوں کی سیاسی سرگرمیوں خصوصاً اسلامی ممالک کے خلاف سازشوں اور اسرائیل کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کی تحقیقات کی جائیں ۔ مرزا طاہر جس انداز سے پاکستان سے فرار ہوا وہ کسی رہنما کے شایان شان نہیں اس نے بھیس بدل کر کار کے ذریعے ربوہ سے کراچی تک کا سفر کیا اور کے ایل ایم (K L M) کی پرواز سے لندن بھاگ گیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کو اس کے فرار کا علم تھا اور وہ داخلی امن و سکون کے لیے اس کو بھاگنے کا موقع فراہم کر رہے تھے ۔ کچھ لوگ اسے اس وقت کے امریکی سفیر کی مداخلت کا کارنامہ قرار دیتے ہیں اصل حقیقت جو کچھ بھی ہو ۔ مرزا طاہر کا بزدلانہ فرار اس کے بلند بانگ دعووں کے منافی فعل تھا اگرچہ قادیانی اس کو ایک عظیم نشان قرار دیتے ہیں اور الٰہی تدبیر کا نتیجہ گردانتے ہیں ۔

مرزا طاہر نے لندن میں اپنے قدیمی سرپرستوں کی گود میں پناہ لے لی ۔ اس نے ٹل فورڈ میں کوڑیوں کے مول زمین خرید کر اس کا نام اسلام آباد رکھا ۔ اسرائیلی ایجنسی موساد کی وساطت سے ایک بڑا پریس لگایا گیا امریکہ ، مغربی یورپ اور کینیڈا میں نئے مشن قائم کئے گئے قادیانی کتب کے تراجم شائع کئے اور صد سالہ جوبلی جشن منانے کی تیاریاں کیں ایک پمفلٹ مباہلہ شائع کرا کر مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا اور پاکستان میں سیاسی انتشار اور افراتفری پھیلانے کے لیے اس پمفلٹ کو بطور حربہ استعمال کیا ۔ اس چیلنج میں مرزا طاہر نے منہ کی کھائی اور مسلمان علماء کا سامنا کرنے سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے کئے اس نے کھلم کھلا سامنے آنے کی کبھی بھی جرأت نہ کی اپنے راج بھون میں بیٹھ کر جماعت کو خوشخبریاں سناتا رہا ۔

شیطان رشدی کی کتاب شیطانی حکمات کے سلسلے میں قادیانی موقف بڑا نرم تھا ۔ اس کا کہنا تھا کہ رشدی کو

ایسا کرنے کا حق حاصل ہے مخالفین کو چاہیئے کہ اس کا جواب شائع کر دیں بعض قادیانیوں نے اس کو خط لکھے کہ جناب ہم "اسلام" کی تبلیغ کے سب سے بڑے علمبردار ہیں یہ کام کیوں نہیں کرتے اس طرح کے اور کئی سوال کئے گئے لندن کے قادیانی پاکستان کے قادیانیوں کے مقابلے میں ذرا زیادہ دلیر ہیں اس لیے ان کی تشفی کے لیے مرزا طاہر کو زیادہ دشواری پیش آتی ہے۔ ان تمام سوالوں کا جواب دینے کے بجائے مرزا طاہر نے رشدی کے حق میں بیان داغ دیا اور ایرانی رہنما آیت اللہ خمینی کے رشدی کے فتویٰ قتل کی مذمت کی۔ اس نے یہاں تک کہا کہ رشدی کے معاملے میں برطانوی مسلمانوں نے مظاہرے کر کے اپنے آپ کو ذلیل کیا ہے میں (مرزا طاہر) رشدی کو اپنا بھائی کہتا ہوں۔ مرزا طاہر کے اس بیان پر اپریل ۱۹۹۰ء کو مسلمانوں نے مظاہرہ کیا اور اسے رشدی کا بروز اور ظلی رشدی قرار دیا۔ اس مظاہرے سے خائف ہو کر مرزا طاہر فرانس بھاگ گیا اور وہاں سے اپنے بیان کی ایک تشریح جاری کی جس کو اکثر قادیانیو نے بے دلی سے قبول کیا۔ یاد رہے کہ قادیانیوں نے ہمیشہ دریدہ دہن اسلام دشمن مصنفوں کی بلاواسطہ حمایت کی۔ غازی علم الدین شہید جنہوں نے راج پال کو لاہور میں اسلام مخالف کتاب لکھنے پر قتل کیا تھا قادیانی سربراہ مرزا محمود کے نزدیک مجرم تھا اس نے قتل کیا اور اپنے فعل پر اسے توبہ کرنی چاہیئے تھی۔ عبدالرشید خوشنویس جس نے سوامی شردھانند کو قتل کیا قادیانیوں کی نگاہ میں سخت مجرم تھا اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا لیکن جب مرزا محمود کے ایک مرید محمد علی نوشہروی نے مرزا محمود کے ایک مخالف کو قتل کر دیا تو اس کو پہلے عظیم مجاہد قرار دیا گیا جب قادیانیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود اس کو پھانسی دے دی گئی تو مرزا محمود نے اس کے جنازے کو کندھا دیا اس کو شہید احمدیت کہا اور اس کی تعریف میں خطبے دیئے۔ ایسے ہی رشدی کے معاملے میں لندن کے آقاؤں کی پالیسی کے مطابق مرزا طاہر اپنے موقف کو تبدیل کرتا رہا اور برطانوی ہوم ڈیپارٹمنٹ کے اشارے پر کام کرتا رہا۔

اس تاثر کو ختم کرنے کے لیے کہ احمدی تشدد پسند یا مذہب کے معاملے میں متعصب ہیں مرزا طاہر نے اپنی ایک پرانی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کروایا۔ اس کتاب کا نام مذہب کے نام پر خون تھا اس میں مناسب اضافہ کرنے کے بعد اس کو پوری دنیا میں تقسیم کرایا گیا۔ اس کتاب میں مرزا طاہر نے جہاد کے اسلامی تصور کا مذاق اڑایا ہے اور سیاسی مزاج رکھنے والی دینی تحریکوں پر تنقید کی ہے۔ احمدیت کو امن کی داعی مذہبی رواداری کی حامل اور مغربی معاشرے میں امن اور تعاون سے پروان چڑھنے والی تحریک کے طور پر پیش کیا ہے۔ رشدی مخالف تحریکوں اور فتووں کے جواب میں مرزا طاہر کی کتاب کو اسلام دشمن طاقتوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر ریویو لکھے۔

یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مرزا طاہر کے مباہلے کے جواب میں حافظ شیخ بشیر احمد مصری نے ایک پمفلٹ شائع کیا اس پمفلٹ نے قادیانیوں کو حواس باختہ کر دیا۔ بشیر مصری شیخ عبدالرحمٰن مصری کے فرزند ہیں۔ یاد رہے شیخ عبدالرحمٰن مصری نے ۱۹۳۷ء میں قادیانی جماعت سے محض اس وجہ سے علیحدگی اختیار کی تھی کہ مرزا محمود (مرزا طاہر

کے والد) کا کردار ناقابل بیان حد تک خراب تھا۔ انہوں نے عدالت میں بھی یہ بیان دیا۔ بشیر مصری جو اس زمانے میں فوبر والڑ کے تھے بذات خود مرزا محمود کے کردار پر الزام لگاتے تھے بعد میں آپ نے قادیانی اور لاہوری جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی آپ ووکنگ مشن لندن کے انچارج تھے۔ انہوں نے مرزا طاہر کو مباہلہ کا چیلنج دیا اور کہا کہ وہ مرزا محمود کے کردار پر ان سے مباہلہ کرے جو شرطیں چاہے مقرر کرے اور جس طریقے سے چاہے میدان میں آئے۔ یہ پمفلٹ مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کرا کے تقسیم کرایا لیکن مرزا طاہر خاموش رہا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ خود اپنے والد گرامی کی خوش فعلیوں سے واقف تھا۔ اس کا اپنا کردار بھی مشکوک رہا ہے۔ لندن میں اورینٹل سکولز میں کئی سال تک زیر تعلیم رہنے کے باوجود کوئی ڈگری حاصل نہ کر سکا۔ آخر کار سکول نے اس کو ننگ آ کر نکال دیا۔ اسکی زیادہ تر توجہ عورت اور شراب پر مرکوز رہتی تھی لندن میں سوہو کا علاقہ جہاں شراب اور عصمت فروش عورتوں کی بھرمار ہے مرزا طاہر کا پسندیدہ تفریحی مقام تھا۔ بہرحال یہ برسبیل تذکرہ تھا اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ چونکہ پاکستان میں قادیانیوں کو پر پرزے نکالنے کے مواقع نہیں مل رہے اس لیے وہ وطن عزیز کے خلاف خفیہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور اسلام دشمن طاقتوں سے ساز باز کر کے عالمی سطح پر مندرجہ ذیل پالیسی پر گامزن ہیں۔

۱۔ مشرق وسطیٰ میں مراکز قائم کئے جا رہے ہیں جہاں احمدیت ابھی تک قدم نہیں جما سکی۔ اسرائیل اس سلسلے میں پوری پوری مدد دے رہا ہے۔ خلیج کی جنگ میں مرزا طاہر کے خطبات دعوت فکر دیتے ہیں۔

۲۔ حقوق انسانی کے نام پر پاکستان میں احمدیوں کے حق میں حالات بہتر بنانے کی کوشش جاری ہے اس ضمن میں امریکہ ان کا سب سے بڑا پشت پناہ ہے۔ امریکی سینیٹ کے کئی اراکین سولازر، پریسلر وغیرہ قادیانیوں کے ہمدرد ہیں۔ پاکستان کو ملنے والی امریکی امداد کی بندش میں مرزا طاہر، ایم ایم احمد، واشنگٹن کے احمدیہ مشن اور اسرائیلی لابی کے مکروہ کردار سے سب واقف ہیں۔ مئی ۱۹۹۱ء کے آخری ہفتہ میں پاکستان میں مقیم امریکی کونسل مسٹر رچرڈ مکی نے ربوہ میں قادیانی اکابر سے چار گھنٹے تک خفیہ مذاکرات کئے اس دوران جب سرکاری ایجنسیوں کے نمائندے گیسٹ ہاؤس میں داخل ہونے لگے تو ان کو خدام الاحمدیہ کے دستوں نے روک دیا۔ قادیانی حلقوں میں شریعت بل کی منظوری اور اس کے مضمرات کے بارے میں بہت سے خدشات پائے جاتے تھے مرتد کی شرعی سزا قتل اور نبی اکرمؐ کی توہین کا ارتکاب کرنے والے کی سزا قتل کے متعلق ان کو بڑی تشویش تھی۔ (نوائے وقت ۲۷ مئی ۱۹۹۱ء لاہور)

امریکہ یورپی برادری کے ممالک اور یہودی پریس کی معرفت حکومت پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ قادیانیوں کو حقوق انسانی کے نام پر ارتداد پھیلانے کی اجازت دی جائے اور ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس منسوخ کیا جائے۔

۳۔ ہندوستان میں کانگرسی حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد مرزا طاہر نے اس علاقے کو بیس بنا کر پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازشیں شروع کر رکھی ہیں۔ گذشتہ سال جنوری ۱۹۹۱ء میں اس کا ایک انٹرویو شائع ہوا جس

میں اس نے برصغیر پاک و ہند کو دوبارہ متحد کرنے کی تجویز پیش کی۔ یہ انٹرویو بھارت کے انگریزی جریدے مسلم انڈیا کے جنوری ۱۹۹۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ مرزا طاہر نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ پاکستان اور بھارت کو متحد ہو جانا چاہیئے کیونکہ ہندوستان کی تقسیم ایک سنگین جغرافیائی غلطی ہے جبکہ ہندو، سکھ، عیسائی، بدھ، مسلمان، احمدی اور کشمیری جغرافیائی لحاظ سے ایک ہیں اور بالآخر یہ ایک ہو جائیں (نوائے وقت لاہور ۱۲ جون ۱۹۹۱ء)

بھارت نے امریکہ اور اسرائیل سے تعلقات استوار کر لیے ہیں۔ روس کے خاتمے کے بعد بھارت امریکہ کی طرف جھکتا چلا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اب عالمی بنک اور آئی۔ ایم ایف فراخ دلی سے قرضے دے رہے ہیں۔ اسرائیل کے حق میں بھارت کے سیاسی حلقے بیانات دے رہے ہیں۔ اقوام متحدہ میں اس قرارداد کی تنسیخ میں بھارت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس میں صیہونیت کو نسل پرستی پر مبنی تحریک کہا گیا تھا۔ اسرائیل کے ساتھ ملکی سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے بھارت نے اسرائیل سے رابطہ قائم کر رکھا ہے صاف عیاں ہے کہ روس اور چین کے بعد بھارت اسے تسلیم کرلے گا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے لیڈر ایل کے اڈوانی نے امریکہ کے دورے کے دوران یہودی حلقوں سے خاص طور پر ملاقاتیں کیں اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا۔ امریکی سینٹر پریسلر اور نیویارک کے سینیٹر ڈاکٹر موئی ہان نے بھارت کی زبردست حمایت کی ہے موئی ہان اس کو سلامتی کونسل کا رکن بنانا چاہتا ہے۔ فلسطینی رہنما یاسر عرفات اندرا گاندھی امن انعام لے کر بھارتی پالیسی پر ایسی رضامندی کا اظہار کر چکا ہے۔ اس پس منظر میں قادیان میں ہونے والے اس جلسہ کی سرگزشت سنیں جس میں مرزا طاہر نے شرکت کی۔ پاکستان سے تقریباً چار ہزار قادیانی جلسہ میں شرکت کے لیے بھارت گئے۔

۱۹۴۷ء میں قادیان چھوڑنے کے بعد مرزا طاہر پہلی دفعہ دسمبر ۱۹۹۱ء میں قادیان گیا۔ تقسیم ہند کے وقت قادیان میں مرزا محمود کا عملاً راج تھا۔ انگریز اس کی پشت پر تھا اور پنجاب کی یونینسٹ پارٹی اس کی طرفدار تھی مرزا محمود نے پہلے تو قادیانی ریاست بنانے کا خواب دیکھا جو اسے پورا ہوتا نظر نہ آیا اس دوران اس نے سکھوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تاکہ پنجاب تقسیم نہ ہو اور ایک مخلوط اکالی۔ قادیانی سٹیٹ قائم ہو جائے سکھ بذات خود آزاد ریاست خالصتان کا مطالبہ کر رہے تھے وہ مرزا محمود کے سیاسی کردار اور اس کی انگریز پرستی سے واقف تھے انہوں نے قادیانیوں کو قریب تک بھٹکنے نہ دیا۔ قیام پاکستان کے متعلق مرزا محمود کے نظریات واضح تھے وہ اکھنڈ ہندوستان کا قائل اور تقسیم کا سخت مخالف تھا اس سلسلے کے کئی بیانات الفضل قادیان میں موجود ہیں لیکن قادیانی نہایت عیاری کے ساتھ اپنے کردار پر پردہ ڈال کر احرار، خاکسار، اور قوم پرست علماء کی سیاسی پالیسی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ جب تقسیم ناگزیر ہو گئی تو قادیانی شاطر مرزا محمود نے ریڈ کلف ایوارڈ کے دامن میں پناہ حاصل کرنے اور قادیان کو بچانے کے لیے ریڈ کلف کمیشن کو علیحدہ میمورنڈم پیش کئے اگر مسلم لیگ کی پالیسی سے اسے اختلاف نہ ہوتا تو یہ الگ

میمورنڈم پیش نہ کرتا جب کہ خود ظفراللہ مسلم لیگ کا وکیل تھا۔ ہر طرح کی سیاسی ناکامی اور قادیان میں سکھوں کے حملوں کے بعد مرزا محمود نے ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قادیان سے فرار اختیار کیا اور لاہور اڈا جمایا۔ پہلے تو اس نے بلند بانگ اعلان کئے کہ وہ قادیان کو بچانے کے لیے جان دیدے گا یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے مقدس ترین مقام ہے خدا کے فرستادہ کا مولد ومسکن ہے لیکن اپنے بیانات کے برعکس وہاں کی جماعت اور عورتوں اور بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر بھاگ نکلا کہا جاتا ہے کہ اس نے عورتوں والا لباس پہنا تاکہ پہچانا نہ جاسکے ایک روایت ہے کہ جوگیوں والا لباس پہنا، بعض لوگ کہتے ہیں محض برقعہ اوڑھ لیا تاکہ سکھ دستے پہچان نہ سکیں کچھ قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا محمود اپنے جہاز میں آیا۔ زیادہ مصدقہ روایت یہ ہے کہ ایک فوجی جیپ میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ کھلے منہ آیا اس کی آمد کیلیے خصوصی انتظامات کئے گئے میجر جنرل نذیر احمد قادیانی، جو بعد میں راولپنڈی سازش کیس میں ملوث ہوا اس کام کا نگران تھا۔

یہاں ایک دلچسپ حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا جائے تاکہ ہندوستان کی کانگرسی حکومت کے بعض اراکین اور کچھ سکھ لیڈر قادیان میں موجود اہم خفیہ سیاسی ریکارڈ حاصل کرنا چاہتے تھے چونکہ قادیان سیاسی سازشوں کا گڑھ، انگریز کی ذیلی انٹیلی جنس ایجنسی اور حریت پسندوں کی تحریکوں کو ناکام بنانے کا اہم خفیہ مرکز تھا اس لیے پنجاب کی حکومت کی نظریں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر کی خفیہ اور اہم دستاویزات پر مرکوز تھیں جن کا ایک بڑا حصہ پہلے ہی سے قادیانیوں نے لاہور اور سندھ میں منتقل کر دیا تھا۔ قادیانی دستاویزات اور ریکارڈ کا ایک بہت بڑا حصہ بقول قادیانی مولف تاریخ احمدیت جلد ۱۱ ص۲۹ قادیان کے فسادات میں اس خدشہ کے پیش نظر نذر آتش کر دیا گیا کہ دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے مرزا محمود نے قادیانیوں کو حکم دیا کہ وہ قادیان میں رہیں تقسیم عارضی ہے وہ جلد وہاں آکر آباد ہو جائیں گے اس نے قادیانیوں کو حکم دیا کہ وہ حلف اُٹھائیں کہ اسے چھوڑ کر واپس لیں گے اگر اس کے لینے میں دیر ہو تو ہر بچہ جب جوان ہو اس سے قسم لی جائے کہ وہ قادیان واپس لے کر چھوڑے گا اس نے جماعت کو نصیحت کی کہ "یاد رکھو قادیان خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ مرکز ہے اور ضرور تمہارے پاس رہنا چاہیئے اور رہے گا انشاءاللہ۔ اگر عارضی طور پر کوئی روک پیدا ہو گئی تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر وقت اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱)

سکھوں نے قادیان اور اس کے مضافات پر شدید حملے کرکے قادیانیوں کو یہاں سے نکال دیا ۱۹۴۷ء میں پورے ہندوستان میں قادیانیوں کی تعداد پانچ لاکھ تھی اور مشرقی پنجاب میں زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ قادیانی آباد تھے جن میں سے چودہ ہزار کے قریب قادیان میں آباد تھے جو انیس کے قریب دیہاتوں میں بس رہے تھے سکھوں نے نہ صرف قادیانیوں کو قتل کیا بلکہ چھ سات سو عورتوں کو اغوا کر لیا اگرچہ اکثر عورتیں اور بچے فوجی مداخلت سے بچ کر لاہور آگئے پھر بھی اغوا قتل اور مال اسباب لوٹنے کا سلسلہ جاری رہا، کئی سرکردہ قادیانی سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوئے۔

لاہور پہنچ کر مرزا محمود نے پنڈت نہرو سے ملاقات کی جو اس وقت سردار شوکت حیات کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے پنڈت نہرو نے یہ جواز پیش کیا کہ چونکہ قادیانی مسلح ہیں اس لیے سکھ حملے کرتے ہیں۔ قادیانیوں نے پاکستان میں بھارتی سفیر سری پرکاش، مشرقی پنجاب کے وزیراعلیٰ ڈاکٹر گوپی چند بھارگوا، گاندھی جی، سردار سورن سنگھ، لارڈ ماونٹ بیٹن، غرضیکہ ہر اہم لیڈر سے التجا کی کہ قادیان کو بچائیں، اسے عام مسلمانوں سے کوئی ہمدردی یا دلچسپی نہ تھی اس کا تمام تر مقصد قادیان کو بچانا تھا لیکن سکھوں نے قادیان اور اس کے ارد گرد کے اسی ۸۰ دیہات قادیانیوں سے خالی کرکے چھوڑے صرف قادیانیوں کے مذہبی مقامات کانگرسی حکومت خصوصاً گاندھی جی اور پنڈت نہرو کی مداخلت سے بچ رہے وہ بھی اس لیے کہ سر ظفر اللہ نے کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کا کیس اقوام متحدہ میں پیش کرتے وقت بڑی عیاری سے قادیان کے حالات کا درمیان میں تذکرہ کر دیا اور ہندو سکھ مظالم کے باب میں اپنی قادیان کی کوٹھی کی تباہی کا قصہ چھیڑ دیا۔

یہ پس منظر ہم نے اس لیے بیان کیا ہے کہ سکھوں کی آزاد مملکت کے قیام کی حالیہ تحریک؟ قادیانیوں کے موجودہ سیاسی کردار اور ان کے مستقبل کے عزائم پر نگاہ ڈالی جاسکے اور ان کے باہمی روابط کی کڑیاں ملائی جائیں۔

۴۴ سال کے بعد قادیانیوں کا قادیان میں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا کیا مقصد تھا۔ اور اس کے پس پردہ کیا سیاسی محرکات تھے؟ بھارت کے امریکہ اور اسرائیل سے بڑھتے ہوئے سیاسی تعلقات کی بدولت مرزا طاہر کو یہ حوصلہ ہوا کہ قادیان جائے۔ اس قادیان یاترا سے قبل انتہائی معتبر اور قابلِ وثوق ذرائع سے جنگ پنڈی/لاہور نے خبر دی تھی کہ بھارت کی خفیہ ایجنسی را کے قادیانی ایجنٹ اپنے مذموم سیاسی مقاصد کے لیے بھارت میں جمع ہوں گے پاکستان میں ان کو جلسہ سالانہ کی اجازت نہیں ملی۔ اس جلسہ کی بھارت نے بخوشی اجازت دے دی اور مرزا طاہر نے اپنی طاقت کے مرکز ٹلفورڈ لندن سے بھارتی حکومت کو متعدد خطوط لکھے اور وفود روانہ کئے جنھوں نے بھارت کے امیر جماعت صاحبزادہ وسیم احمد کی معرفت تمام پروگرام مرتب کیا۔ پاکستان سے قادیانیوں کی شرکت کا مسئلہ خاص طور پر زیر بحث آیا اور ان تمام قادیانیوں کی لسٹ پہلے سے حکومت کو مہیا کی گئی جن کی شرکت متوقع تھی۔ قادیان کے مرکز کو ایک تو سکھوں کی تحریک خالصتان کے سلسلے میں اہم حیثیت حاصل ہے تو دوسرے اس کا کشمیر کی تحریک آزادی سے گہرا تعلق ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں کئی قادیانی آباد ہیں جو بھارت کے خلاف اُٹھنے والی مجاہدین کی تحریک حریت کے مخالف ہیں۔ بھارت اس وقت ان قادیانیوں اور لکھنؤ اور مقبوضہ کشمیر کی ایک قلیل شیعہ قیادت کو اپنے حق میں استعمال کر رہا ہے۔ گذشتہ ماہ حقوق انسانی اور تشدد پسندی کے خاتمے کے نام پر بعض غیر معروف علماء کو ایک کانفرنس میں بلوا کر سیاسی بیانات دلواتے گئے اور آل انڈیا ریڈیو کی اُردو سروس نے اس کی تشہیر کی۔

قادیان کے جلسے میں چالیس ممالک سے وفود آئے جن میں اسرائیل بھی شامل ہے۔ پندرہ ہزار کے قریب قادیانیوں

نے شرکت کی جن میں سے ایک تہائی پاکستانی قادیانی تھے ان میں زیادہ تر سول اور فوجی محکموں کے ریٹائرڈ ملازمین تھے باقی پرائیویٹ کاروبار کرنے والے تھے حاضر سروس لوگ بہت قلیل تھے بھارتی حکومت نے ان کی خوب آؤ بھگت کی لیکن پولیس اور فوج کا زبردست انتظام تھا حکومت کو خطرہ تھا کہ سکھ علیحدگی پسند ان قادیانی یاتریوں پر حملہ نہ کریں مرزا طاہر کی حفاظت کے لیے بہت سخت انتظام تھا کہا جاتا ہے کہ را کے ایجنٹوں، کشمیر کے قادیانیوں، بھارت کی قادیانی جماعتوں کے اہم افراد اور پنجاب کی کانگرسی قیادت کے بعض افراد نے مرزا صاحب سے طویل ملاقاتیں کیں۔ ربوہ مرکز کی طرف سے پاکستانی قادیانیوں کو بھارت جانے سے پہلے بہت سے نصائح کئے گئے تھے۔ ان کو سختی سے منع کیا گیا تھا کہ وہ کسی سکھ سے سیاسی مسئلہ پر کوئی غیر ذمہ دارانہ گفتگو نہ کریں۔ نام نہاد شعائر اللہ کی زیارت کریں، جلسہ سالانہ کی روئیداد سنیں، بھاری شاپنگ کریں تاکہ سکھ دوکاندار خوش ہوں اور واپس لوٹ آئیں۔ ان یاتریوں میں سے کئی قادیانی وہ تھے جو کسی زمانے میں یا تو قادیان اور اس کے مضافات میں رہتے تھے یا اکثر قادیان جایا کرتے تھے۔ انہوں نے جب اپنے مکانوں میں سکھوں کو آباد دیکھا تو حسرت و یاس کی تصویر بن گئے۔ انہوں نے ایک بار ضرور سوچا ہوگا کہ کہاں گئے مرزا غلام احمد کے وہ الہام جن میں کہا گیا تھا کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے یہ پھلے پھولے گا عالمی مرکز بنے گا لوگ جوق در جوق یہاں آئیں گے اور یہاں بسیں گے۔ مرزا قادیانی نے ایک دفعہ کہا تھا زمین قادیان اب محترم ہے۔ ہجوم خلق سے ارض حرم ہے۔ ۱۹۰۰ کے بعد ہر جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو مسیح موعود کی صداقت کا نشان قرار دیا گیا۔ مرزا محمود نے قادیان میں رہنے، اس کی ترقی اس کے فروغ اور تقسیم کے بعد اس کے دوبارہ ملنے اور بطور احمدیہ مرکز آباد ہونے کے اتنے بیان الہام اور رویا کا ذکر کیا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے لیکن یہاں یہ حال ہے کہ قادیان کا ایک مختصر سا علاقہ جس میں قادیانی عبادت گاہیں مبارک، اقصیٰ اور فضل، بہشتی مقبرہ، چند محلے جن میں دارالفضل، دارالبرکات، ننگل خورد و کلاں، کھارا وغیرہ شامل ہیں قادیانیوں کے پاس ہے باقی تمام علاقہ مکمل طور پر سکھوں کے قبضے میں ہے جن میں مرزا محمود، ظفر اللہ، مرزا بشیر احمد، نواب محمد علی وغیرہ کی کوٹھیاں اور املاک شامل ہیں جو کسی صورت میں قادیانیوں کو نہیں مل سکتیں اگرچہ انہوں نے پاکستان میں قادیان کی املاک کے کلیم داخل نہ کئے اور اب بھی مرزا محمود، ان کی والدہ نصرت جہاں اور دیگر خاندان جعلی نبوت کی لاشیں ربوہ میں امانتاً دفن ہیں اور جب حالات سازگار ہوں گے مرزا محمود کی وصیت کے مطابق ان کو بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کیا جائے گا۔ ہر احمدی پر یہ فرض ہے کہ قادیان کے حصول کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کرے اور ہر حربہ اختیار کرے، قادیانیوں کی نئی نسل کو قادیان سے وہ عقیدت اور وابستگی نہیں جو جماعت کے بڑے بوڑھوں انصار احمدیہ کو ہے لیکن مرزا طاہر احمد نوجوان نسل کو تلقین کرتا ہے کہ وہ مرکز کی طرف نگاہ رکھیں اور اس کے حصول کی کوشش جاری رکھیں۔

بھارتی حکومت نے قادیانی جلسہ کو پاکستان کے خلاف زہر افشانی کے لیے استعمال کیا۔ آل انڈیا ریڈیو نے اپنی

خبروں کے بلیٹنوں اور تبصروں میں کہا کہ پاکستان میں قادیانیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ان کو عبادت اور تبلیغ کی اجازت نہیں لیکن بھارت میں یہ سب آزادیاں ہیں یہ ایک سیکولر ملک ہے مرزا طاہر احمد کے فرار اور ۱۹۸۴ء کے قادیانیت کے آرڈیننس کو نشانہ تنقید بنایا۔ مرزا طاہر نے قادیان آنے سے قبل لندن میں سکھوں کے علیحدگی پسند رہنماؤں کے ساتھ بھی ملاقاتیں کیں اور ان کا تعاون حاصل کیا تاکہ کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہ آئے کیونکہ اس سے چند ماہ قبل مسلمان زائرین کی ایک گاڑی پر سکھ حملہ کر چکے تھے حالانکہ یہ بھارتی حکومت کی ایک سازش تھی جس کا مقصد سکھوں اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا تھا کیونکہ جموں وکشمیر میں سکھ مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے اور بابری مسجد کی تحریک کے دوران ایک سکھ لیڈر گرفتاری پیش کرنا چاہتا تھا۔

قادیانی یاتری قادیان کے درویشوں سے بھی ملے یہ درویش ۱۹۴۷ء کے بعد قادیان کی حفاظت پر مامور تھے ان کی تعداد ۳۱۳ رکھی گئی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں کئی قادیانی درویشوں کو جاسوسی کے الزام میں پوچھ گچھ کے لیے بلوایا گیا۔ بھارت نے اب قادیان کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے ڈیڑھ دو ہزار قادیانی قادیان میں رہ رہے ہیں مرزا غلام احمد کی گدی کے یہ مجاور جماعت کے خرچے پر پل رہے ہیں۔ سکھ علیحدگی پسندوں اور کشمیری حریت پسندوں کی نظر میں یہ ایک خطرناک عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں باقی ہندوستان میں قادیانی بکھرے ہوئے ہیں۔ کیرالا، حیدر آباد دکن، بمبئی وغیرہ میں بعض قادیانی گھرانے آباد ہیں لیکن سیاسی لحاظ سے ان کی کوئی موثر طاقت نہیں مشرقی پنجاب میں ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اگرچہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے مذہبی اور دینی مراکز کم ہیں۔ لیکن کسی مذہبی رہنما نے مرزا قادیانی کی طرح اپنے مرکز کو نہ تو غیر معمولی تقدیس دی اور نہ ہی عظیم الشان ترقی اور وسعت کے دعوے کئے۔ مرزا طاہر نے بھی قادیان کی ترقی اور واپسی کا ذکر نہیں کیا بس گذشتہ دنوں کی یادیں تازہ کرتا رہا اور باہم میل جول کی بات کرتا رہا۔ اس لحاظ سے یہ قادیانی مُرلی منوہر کی ایکتا یاترا تھی جس کے پس پردہ سیاسی عزائم کارفرما تھے

۴۔ خلیج کی جنگ کے زمانے میں مرزا طاہر نے بعض خطبے دیئے جو مشرق وسطیٰ کی سیاست سے متعلق ہیں ان کا بنیادی مقصد سعودی عرب سے دشمنی کا اظہار رہے۔ سیاست میں اتنی کھلی مداخلت قادیانی مزاج اور مقصد کے خلاف ہے لیکن مرزا طاہر غیر ملکی آقاؤں کی شہ پر اینٹھ رہا ہے اور اسرائیل میں اپنے نئے کردار کو متعین کر رہا ہے جس کا خفیہ دورہ یہ کر چکا ہے۔ قادیانیوں کے مشرق وسطیٰ میں سیاسی عزائم پر گہری نظر کی ضرورت ہے۔

۵۔ روس کے منتشر ہونے کے بعد اسلام دشمن طاقتوں نے قادیانیوں اور بہائیوں کو روس کی اسلامی ریاستوں میں تبلیغی پروگرام شروع کرنے کے لیے خطیر رقومات مہیا کی ہیں اور زبردست حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے قادیانی پیشن گوئیوں کے مطابق روس کے زار کا سونٹا مرزا قادیانی کے پاس ہوگا اور یہاں قادیانی ریت کے ذروں کی طرح ہوں گے۔ ان پیشن گوئیوں کی بنا پر ۱۹۲۰ء کے عشرے میں انگریز کے اشارے پر قادیانی جاسوس اشتراکی روس

(بقیہ صلا۶ پر)